बावर्ची शहज़ादा

ताज कं. लाहौर

# باورچی شہزادہ

30
40

تاج کمپنی لمیٹڈ ریلوے روڈ۔لاہور

बावर्ची शहजादा

ताज कं. लाहौर

# باورچی شہزادہ

30
40

تاج کمپنی لمیٹڈ ریلوے روڈ-لاہور

[illegible]

# باورچی شہزادہ

خلیل

تاج کمپنی لمیٹڈ ریلوے روڈ۔ لاہور

# باورچی شہزادہ

ایک چھوٹے سے مُلک کے شہزادے کو یہ دُھن سمائی کہ جیسے بھی ہو وہ شہنشاہ کے دربار میں جاکر تیغ زنی کے گُر سیکھے گا اور تلوار کا دھنی بن کر ساری دُنیا میں نام پیدا کرے گا۔ شہزادہ کا باپ تو اتنا بُوڑھا ہو چکا تھا کہ زمین پران جواب دے چُکے تھے اس کی بُوڑھی ماں اس چھوٹے سے مُلک پر حکومت کر رہی تھی۔

بُوڑھی ملکہ بڑی رحمدل تھی رعایا بڑی خوشحال تھی اور مُلک میں مسرّت ہی مسرّت کے دریا لہریں لے رہے تھے۔ شہزادہ کو کیا کمی تھی۔ ماں کا اکلوتا بیٹا اور پھر رعایا پسینہ کی جگہ خُون بہاتی تھی لیکن اس کا کیا علاج کہ شہزادہ بڑے شہنشاہ کے مُلک میں اپنے فطری جوہر

نمایاں کرنا چاہتا تھا۔

شہنشاہ کے دربار میں بڑے بڑے دِل گُردے والے جوان مَوجُود تھے جو اِنسان تو کیا دیووں اور جنّوں سے لڑ جاتے تھے۔ کوئی اُن سے تیغ زنی کے فن سیکھے تو عمر بھر کے لئے بے نیاز ہو جائے۔ شہزادہ کے دِل میں جوش پَیدا ہُوا اور اُس نے بُوڑھی ماں سے گِڑ گِڑا کر درخواست کی۔

"اے ملکہ! میری یہ آرزو ہے کہ مَیں بہت بڑا بہادر بنوں اور شہنشاہ کے دربار کے سورماؤں کو بھی مات کر دوں۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ مَیں اُس مُلک کے سفر کے لئے تیّار ہو جاؤں جہاں بڑے بڑے بہادر اور قوی ہیکل سورما اپنی طاقت سے زمین کو بھی ہلا دیتے ہیں۔"

بُوڑھی ملکہ کو یہ بات سُن کر رنج پہنچا اور وہ کہنے لگی۔

"دیکھو بیٹا! تمہارا باپ تو بالکل اندھا ہو چکا

ہے۔ میں یہاں تنہا ہوں ۔ تمہارے چلے جانے سے تو میری دُنیا خالی ہو جائے گی۔ کیا تمہیں مجھ پر ترس نہیں آتا؟ ابھی تو تمہارے دُودھ کے دانت بھی نہیں ٹوٹے، تم نے کوئی دُکھ نہیں دیکھا۔ شہنشاہ کے دربار میں سُورما بننے کے لئے تو بڑی مصیبتیں جھیلنا پڑیں گی۔ میں تو تمہیں نہ جانے دُوں گی"۔

شہزادہ کو یہ بات سُن کر بڑا دُکھ ہُوا اور کہنے لگا۔

"امّاں جان! آپ مجھے ابھی تک بچّہ ہی سمجھتی ہیں، دیکھئے تو سہی، میں کتنا بڑا ہو گیا ہُوں میرے دِل کی آرزو کو نہ کُچلیئے امّاں جان" اس کے بعد شہزادہ نے اپنی ماں کی بڑی منّت سماجت کی۔

بُوڑھی ماں نے ایک اور چال چلی۔

"اچھا بیٹا! اگر تم اتنا ہی اصرار کر رہے ہو تو جاؤ، میں تمہاری خواہشات میں دیوار بن کر کھڑا نہیں ہونا چاہتی لیکن ایک شرط ہے کہ تم اپنا نام

بدل کر وہاں جاؤ اور یہ راز ظاہر نہ ہو کہ تُم شہزادے ہو۔ مَیں تمہارے باپ کے خاندان کو اِس طرح رُسوا نہیں کرنا چاہتی۔ تمہیں وہاں باورچی بن کر رہنا ہوگا اور تمہارا اتا پتہ کسی کو معلوم نہ ہو"۔

ملکہ نے یہ چال اِس لئے چلی تھی کہ شہزادہ بڑا خود دار ہے وہ ذلیل پیشہ کبھی اختیار نہیں کریگا اور خود ہی جانے کا ارادہ ترک کر دیگا۔ لیکن ملکہ حیران رہ گئی جب شہزادہ نے یہ کہا کہ مجھے یہ شرط بھی منظور ہے۔ وہ کہنے لگا "مَیں ایک دفعہ شہنشاہ کے دربار میں پہنچ جاؤں خواہ وہاں برتن مانجنے پر ہی مُلازم کیوں نہ ہو جاؤں، مَیں یہ دیکھنا چاہتا ہُوں کہ وہ تلوار کے دھنی کِس طرح تلواریں مارتے ہیں اور تیز رفتار گھوڑوں پر چڑھ کر کِس طرح مہم پر روانہ ہوتے ہیں"۔

دُوسرے دِن شہزادہ اپنے دو مُلازموں کو ساتھ لے کر شہنشاہ کے مُلک کی طرف روانہ ہو گیا۔

ان تینوں نے کسانوں کا لباس پہن لیا تا کہ راستے میں کوئی انہیں پہچان نہ سکے۔ کئی روز کے سفر کے بعد شہزادے نے دُور سے ہی بڑے شہر کو دیکھا جو دُھند میں لپٹا ہُوا تھا۔ کبھی کبھی شاہی محل کا مینار نظر آتا اور پھر آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا۔ سُورج کی کرنیں ابھی پُورے جوبن پر نہیں آئی تھیں اس لئے وہ دُھند غُبار سے مقابلہ نہ کر سکتی تھیں۔

شہزادہ تو اس شہر کو دُور سے دیکھ کر پھُولا نہیں سماتا تھا۔ اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ وہ وہاں پَر لگا کر پہنچ جانا چاہتا تھا۔ لیکن اس کے ایک مُلازم نے کہا " شہزادہ عالم پناہ! یہ تو کوئی جنّوں کا شہر معلوم ہوتا ہے۔ آپ دیکھتے نہیں کبھی شہر کے مینار آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور کبھی نظر آنے لگتے ہیں۔"

دُوسرے نے کہا " ہاں شہزادہ! میں نے بھی سُن رکھّا ہے کہ جنوبی جنگل کے سرے پر

ایک جادوگر کا شہر ہے جس نے بھوت پریت اپنے بڑے بڑے میناروں میں قید کر رکھے ہیں "

پہلا کہنے لگا" میں تو یہ کہتا ہوں کہ پریوں کا بادشاہ اس شہر میں رہتا ہے۔ ہمیں دور بھاگ چلنا چاہیئے "

شہزادہ ان کی باتوں پر خوب ہنسا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ سنہری میناروں والا محل صرف شہنشاہ ہی کا ہو سکتا ہے۔ اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور بڑے دروازے کی طرف رخ کیا۔ شہزادہ کے ساتھی بھی گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے پیچھے آ رہے تھے۔ دروازے کے قریب پہنچے تو اندر سے بڑے اعلےٰ ساز کی آواز آنے لگی، ایک سفید داڑھی والا انسان باہر نکلا اور اس نے پوچھا "

" اے بیٹو! تم کیا چاہتے ہو؟"

شہزادہ نے جواب دیا" اے بزرگ! ہم دھرتی کا سینہ پھیرنے والے لوگ ہیں۔ کھیتی باڑی

کرکے زندگی بسر کرتے ہیں۔ دِل میں خیال پیدا ہُوا کہ اگر شہنشاہ کے حضور میں خدمت کرنے کا موقعہ مِل جائے تو زندگی کا مقصد پُورا ہو جائے یہ ارادہ کرکے ہم دُور دراز مُلک سے یہاں حاضر ہُوئے ہیں"۔

بُوڑھے نے ان تینوں کی آؤ بھگت کی اور دُعا دے کر رُخصت کیا۔ شہزادے اور اس کے ساتھی دروازے میں داخل ہُوئے۔ شہر کی گلیوں سے ہوتے ہُوئے شہنشاہ اعظم کے محل کے قریب جا پہنچے۔

شہنشاہ مظلوموں کی فریاد سُن رہا تھا۔ شہزادہ دھیان دے کر بادشاہ کی باتیں سُننے لگا۔ اسے ہر ایک لفظ میں زندگی نظر آ رہی تھی۔ ایک مظلُوم آتا۔ فریاد کرتا۔ بادشاہ اپنے سورماؤں کو حُکم دیتا کہ اِس مظلُوم کی مصیبت دُور کرنے کے لئے فوراً روانہ ہو جاؤ۔

جب فریادی فریاد کر چُکے تو شہزادہ نے

پکار کر کہا:

"اے شہنشاہ! غلام کو بھی عرض کرنے کی اجازت دیجئے۔ مَیں دُور دراز مُلک سے آپ کی خدمت گزاری کے لئے حاضر ہُوا ہُوں اگر مجھے باورچی خانے کے مُلازموں میں رکھ لیا جائے تو یہ میری بڑی خوش قسمتی ہو گی لیکن میرا نام نہ پُوچھا جائے"۔

شہنشاہ نے شہزادہ پر ایک نگاہ ڈالی اور کہا۔

"تُم بڑے نیک لڑکے معلوم ہوتے ہو۔ تمہاری خواہش منظور کی جاتی ہے تم ہمارے شاہی باورچی کے پاس مُلازم بن کر کام کرو"۔

شہنشاہ یہ کہہ کر دربار سے رُخصت ہُوا۔ امرا وزرا اور سورما دیوان عام سے باہر نکلنے لگے اور شہزادہ کو باورچی خانے کی طرف بھیج دیا گیا۔

(۲)

اب شہزادے کی زندگی کا دُوسرا دَور شروع

ہُوا۔ جو شہزادہ شاہی ناز و نعم میں پلا تھا۔ جس نے آج تک اپنی اُنگلی دوہری نہیں کی تھی۔ آج وہ شاہی باورچی خانے میں سینکڑوں برتن مانجھ رہا تھا اور اس پر مصیبت یہ کہ شاہی خانساماں بڑا سنگ دل تھا اس نے شہزادے کو دیکھتے ہی اس پر سختی شروع کر دی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی صُورت دیکھتے ہی اسے نفرت ہو گئی تھی ۔۔

دُوسری طرف شاہی بہادر نے اِس نوجوان شہزادے سے محبّت کرنا شروع کر دی۔ جب بھی وہ اِس شہزادے کو دیکھتا بڑے تپاک سے باتیں کرتا اور شہزادہ بھی اُسے اپنا سچّا دوست سمجھنے لگا۔ اِس بہادر کی محبّت کی وجہ سے شہزادہ کو شاہی خانساماں کے ہاتھوں جو دُکھ اُٹھانا پڑتا وہ گراں محسُوس نہ ہوتا۔ خانساماں اس سے بڑے کٹھن کام لیا کرتا۔ وہ چکّی چلاتا۔ پانی بھرتا اور لکڑیاں کاٹتا، شہزادہ کے ماتھے پر کبھی بل نہ

آیا۔ وہ ہنسی خوشی ہر ایک کام بڑی پھرتی سے کر دیتا اور خانساماں کے لئے کبھی یہ گنجائش ہی نہ ہوتی کہ وہ شہزادہ کے خلاف کوئی شکایت کر سکتا ۔

باورچی خانے میں اور بھی ملازم تھے۔ جب وہ اکٹھے بیٹھتے تو دیر تک بہادروں کے کارنامے بیان کرتے اور شہزادہ بڑے انہماک سے اِن قصّوں کو سنتا ، اسے معلوم ہوا کہ وہ شاہی بہادر جو اس کا دوست بن گیا تھا ملک کا سب سے بڑا پہلوان اور سورما ہے ۔

آخر وہ باورچی خانے کے چھوکرے تو تھے ہی کبھی کبھی بڑی غلیظ باتیں بھی کرتے۔ ایک دوسرے سے فحش مزاق کرتے۔ اُس وقت شہزادہ بہادروں کے کوئی گیت گانا شروع کر دیتا تاکہ وہ اُن کی گندی باتوں کو نہ سن سکے اور کبھی کبھی تو کان بھی بند کر لیتا۔ اس کے ساتھی پہلے تو مذاق اُڑایا کرتے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ وہ تو بڑی

باتوں پر کسی ڈھب آمادہ نہیں ہوتا تو انہوں نے اس کے سامنے فضول باتیں کہنا چھوڑ دیں اور اس کا بڑا احترام کرنے لگے ۔

شہزادہ کی ماں کو بڑا دُکھ ہو رہا تھا کہ اس کا نازوں پلا نرم و نازک بیٹا اس قدر دُکھ اُٹھا رہا ہے لیکن خود ہی اس نے یہ تجویز کی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا ۔

"دیکھو بیٹا! ایک برس تک شہنشاہ کو اِس بات کا علم نہ ہو کہ تم کون ہو کہتے ہیں کہ مصیبت کے دن بڑی مشکل سے گزرتے ہیں۔ شہزادہ کے دن جُوں تُوں گزر ہی گئے ۔

جب ایک سال بیت گیا تو ماں نے تلوار اور زرہ بکتر ایک خاص ایلچی کے ہاتھ شہزادے کے لئے بھیجی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ۔

پیارے بیٹے! تمہاری جُدائی میں میرے دِن کیسے گزرے تم کیا جانو۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ تم بھی میرے لئے بیقرار ہوگے لیکن جو عہد

کر لیا ہے اسے پورا کر کے ہی گھر کو لوٹنا، میں جانتی ہوں کہ تم نے اس دوران میں بڑے دکھ اٹھائے ہونگے اور باورچی خانے میں برتن صاف کرتے کرتے تمہارے سفید اور نرم ہاتھ بدصورت ہوگئے ہونگے لیکن اب وہ وقت آ گیا ہے کہ تمہارے یہ سخت ہاتھ تلوار اٹھائیں ایک برس گزر گیا ہے۔ تم شہنشاہ کے حضور میں پیش ہوکر سارا قصہ کہہ ڈالو کہ تم کون ہو"۔

شہزادہ یہ خط پڑھ کر اچھلنے لگا، کتنی دیر تک وہ خوشی کے مارے ناچتا رہا، وہ شہنشاہ کے حضور میں گیا اور التجا کی۔

جہاں پناہ! اب مجھے اپنے دلیروں میں شامل کر لیجئے۔ یہ ہے میری ماں کا خط میں ایک شہزادہ ہوں لیکن میں ایک خاص التجا کرتا ہوں کہ میرا نام اس وقت راز میں رکھا جائے جب تک کہ میں بہادری کا کوئی خاص کارنامہ دنیا کو نہ دکھاؤں۔

شہنشاہ نے شہزادہ کی ماں کا خط پڑھا، وہ

مُسکرا کر کہنے لگا :

"شہزادہ! مَیں تو پہلے ہی روز پہچان گیا تھا کہ تُم کون ہو۔ مجھے بڑی خوشی ہُوئی کہ تم اس امتحان میں پُورے اُترے لیکن شاہی بہادروں میں شامل ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں۔ پہلی یہ کہ تم بہادری کے کسی کام میں قدم پیچھے نہیں ہٹاؤگے دُوسری یہ کہ تم ہمیشہ شریف النفس رہوگے تیسری یہ کہ تُم ہر ایک سے محبت کروگے چوتھی یہ کہ تم شہنشاہ کے وفادار بن کر رہوگے اور پانچویں یہ کہ ہر امر میں اطاعت کرنا تمہارا پہلا فرض ہوگا"

خدا کا کرنا کیا ہُوا کہ اُسی روز شہزادے کے امتحان کا وقت آ پہنچا۔ ایک شہزادی شہنشاہ کے دربار میں فریاد لے کر آئی کہ اس کی ایک بہن بڑی بھاری مصیبت میں گرفتار ہے۔ شہنشاہ اگر چاہیں تو وہ ظُلم کی زنجیریں کاٹ سکتے ہیں۔ اس کی بہن بہت ہی خوبصورت ہے۔ وہ اس وقت

ایک قلعہ میں قید ہے۔ اِس قلعے کی تینوں طرف دریا خم کھاتا ہُوا بہ رہا ہے۔ وہ اِس قلعے سے اِس لئے باہر نہیں نِکل سکتی کیونکہ ایک بدکردار سردار اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اگر وُہ باہر نِکلی تو وہ اُسے اُٹھا کر لے جائیگا۔ اِس دریا پر تین پُل ہیں اور اگر میری بہن باہر نکلنا چاہے تو اسے کسی نہ کسی پُل پر سے ضرور گزرنا پڑیگا اس نابکار سردار کے تین بھائی بھی ہیں جو تینوں پُلوں پر پہرہ دے رہے ہیں اور وہ اِس قدر طاقتور ہیں کہ لوہے کو بھی اپنی تلوار سے کاٹ سکتے ہیں ؛

اُن میں سے ایک تو بڑا خوفناک انسان ہے۔ وہ سیاہ رنگ کا خود پہنتا ہے۔ جس پر سفید لکیروں میں سر کی ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہُوا ہے اُس کا نام "رات" ہے اور اس کی ہیبت اتنی زیادہ ہے کہ اُسے دیکھ کر انسان دِن کے وقت بھی رات ہی محسوس کرتا ہے۔ اس کے باقی

بھائیوں کے نام "صبح کا ستارہ" "دوپہر کا سورج" اور "شام کا ستارہ" ہیں ۔

جب شہزادی اپنی داستان سُنا چکی تو اُس نے فریاد کی کہ شہنشاہ اپنا سب سے بہادر جنگجو سپاہی ان سرداروں کو کچلنے کے لئے بھیجے تاکہ اُس کی بہن اِس مصیبت سے آزاد ہو جائے ۔

جب شہزادہ نے یہ کہانی سُنی تو اس نے شہنشاہ کے حضور میں درخواست کی "اے شاہ والا تبار! مجھ پر نظر کرم کی جائے۔ میری یہ خواہش ہے کہ مَیں اِس مہم کے لئے منتخب کیا جاؤں "۔

شہنشاہ نے نوجوان شہزادے کی طرف غمگین نگاہوں سے دیکھا لیکن دُوسرے لمحہ کہا ۔

"شہزادے ہم اجازت دیتے ہیں کہ تم اِس مہم پر روانہ ہو جاؤ"۔

شہزادی بڑی گھمنڈی تھی۔ غُصّے سے لال پیلی ہو گئی اور کہنے لگی ۔

"اے شہنشاہ! جان بخشی ہو تو عرض کروں میں نے حضور سے یہ درخواست کی تھی کہ میرے ساتھ اپنی سلطنت کا سب سے بڑا بہادر بھیجا جائے اور آپ باورچی خانے کے ایک چھوکرے کو اِس مہم پر روانہ کر رہے ہیں"۔

اس کے بعد وہ دربار سے باہر نکل بھاگی۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی اور چلی گئی۔ شہزادہ نے فوراً وہ زرہ پہنی جو اُس کی ماں نے بھیجی تھی۔ ہتھیاروں سے لیس ہوا اور شہزادی کے پیچھے روانہ ہوا ابھی وہ شہر سے باہر ہی نکلی تھی کہ اس کو جا لیا شہزادی غُصّے سے آگ بگولہ ہو رہی تھی۔ شہزادہ گھوڑے کو ایڑ لگا کر اُس کے برابر آیا اور کہا۔

"شہزادی میں تمہاری بہن کو آزاد کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ تم مجھے رستہ دکھاؤ"۔

شہزادی نے اس کی طرف بڑی حقارت سے دیکھا اور اپنی اُنگلیوں سے ناک بند کرکے

کھا ئے جاؤ۔ مجھے تم سے باورچی خانے کی بُو آ رہی ہے"۔

اس کے بعد وہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑا کر آگے نکل گئی لیکن شہزادے نے اس کو پھر جا لیا۔ شہزادی اُسے طعنے دینے لگی۔

"تم برتن مانجنے والے چھوکرے بھلا میری بہن کی کیا امداد کر سکتے ہو؟ تم میرے نزدیک نہ آؤ۔ تم سے باورچی خانے کی سخت بو آ رہی ہے۔ اُف! کیسے نابکار سے پالا پڑ گیا ہے"۔

شہزادہ اس کی لعن طعن پر مسکرا دیا اور بڑی نرمی سے کہا "تم مجھے بڑے شوق سے گالیاں دو لیکن میں اس وقت تک تمہیں نہ چھوڑوں گا جب تک تمہاری بہن کو مصیبت سے آزاد نہ کرا لوں یا خود نہ مارا جاؤں"۔

اس کے بعد وہ مغرور شہزادی بہت ناجائز باتیں کہتی رہی لیکن شہزادہ مسکراتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ شہزادی کے نزدیک میں صرف ایک

باورچی ہُوں اور مغرور شہزادی کا غُصّہ حق بجانب ہے۔

وہ چلتے چلتے پہاڑی کی ایک چوٹی پر پہنچ گئے۔ راستہ بھر شہزادی کا رویّہ بڑا غضبناک سا رہا۔ وہ بات بات پر ناک کو اُنگلیوں میں دبا لیتی اور شہزادے کو طعنے مہنے دیتی رہی۔ انہوں نے بلندی سے نیچے نگاہ ڈالی تو انہیں پانی کا ایک تالاب سا نظر آیا، وہ اُترائی سے ہوتے ہُوئے تالاب کے نزدیک پہنچے تو انہیں ایک شخص ملا۔ وہ بھاگا ہُوا شہزادے کے قریب آیا۔ اور مدد کے لئے چیخ پُکار کرنے لگا۔

"اے بہادر! اِس وقت ہماری مدد کرو۔ میرے آقا کو ڈاکوؤں نے پکڑ لیا ہے اور اُسے تالاب میں ڈبو دینا چاہتے ہیں"۔

شہزادے نے یہ بات سُنتے ہی گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اور پہاڑی کے موڑ پر جا کر دیکھا کہ چھ ڈاکو ایک شخص کو باندھے ہُوئے لئے

جا رہے ہیں اور اس کی گردن میں ایک بھاری پتّھر لٹکا ہُوا ہے۔ شہزادے نے یہ سوچا کہ اگر اس نے ڈاکوؤں کو للکارا تو وہ چوکس ہو جائیں گے اِس لئے بہتر ہو گا کہ اچانک اُن پر حملہ کر دیا جائے۔ شہزادے نے گھوڑے کو سرپٹ دوڑ دیا۔ ایک ہاتھ میں تلوار اور دُوسرے میں نیزہ سنبھالا۔ ڈاکوؤں نے ابھی مُڑ کر دیکھا ہی تھا کہ شہزادہ اُن کے درمیان پہنچ گیا اور تین ڈاکو تو وہیں کھیت ہو گئے۔ اور باقی تین بھاگ نکلے۔

شہزادہ نے اس شخص کی رسّیاں کاٹ ڈالیں۔ پتّھر کو گردن سے الگ کیا۔

شہزادہ کو معلوم ہُوا کہ وہ شخص ایک امیر کبیر سوداگر ہے اور شہنشاہ کے دوستوں میں سے ہے۔ اِس رئیس کا گھوڑا وہاں سے دُور نہیں تھا۔ سب لوگ گھوڑوں پر سوار ہو گئے رستے میں امیر نے درخواست کی کہ وہ اس کے

مکاں پر قدم رنجہ فرمائیں اور آج دوپہر کا کھانا وہیں کھائیں۔ شہزادہ نے یہ دعوت قبول کرلی +

جب یہ قافلہ امیر کے مکان پر پہنچا تو بیسیوں خدمت گزاروں نے آؤ بھگت کی اور امیر نے اُن کی خاطر تواضع میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ امیر شہزادہ کے راستے میں آنکھیں بچھا رہا تھا، بڑی پُر تکلّف دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ پلاؤ، زردہ، قورمہ، مُرغ، تیتر، بٹیر، مور اور دُوسرے پرندوں کے گوشت سے طشتریاں سجی ہوئی تھیں اور موسم کا کوئی پھل نہ تھا جو دستر خوان پر نظر نہ آتا ہو +

جب سب لوگ کھانے کے لئے بیٹھے تو شہزادی کی نشست شہزادہ کے ساتھ ہی مقرّر کی گئی لیکن شہزادی فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ بیٹھی اور کہنے لگی +

"میں شہزادی ہوں اور ایک باورچی خانے کے چھوکرے کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں

کھا سکتی ہے۔"

امیر حیرت سے کبھی شہزادے کو اور کبھی شہزادی کو دیکھ رہا تھا آخر اس نے مسکرا کر کہا،
"مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ بہادر باورچی خانے کا چھوکرا ہے لیکن کچھ بھی ہو۔ یہ ایک دلیر انسان ہے اور اس نے میری جان بچا کر مجھے ساری عمر کے لئے خرید لیا ہے۔ اگر شہزادی اس جوان کے قریب بیٹھنا نہیں چاہتی تو نہ سہی، میں اس نوجوان کے قریب بیٹھوں گا۔"

چنانچہ شہزادی کے لئے ایک اور نشست مقرر کی گئی۔ یہ ایسی بات تھی کہ شہزادہ غصے سے آگ بگولا ہو جاتا لیکن وہ خاموش رہا بلکہ شہزادی کی اس بات پہ مسکراتا رہا۔

صبح ہوئی، شہزادہ اور شہزادی دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اپنی منزل کی طرف چل دیئے شہزادی کے دل و دماغ پر ابھی تک غرور چھایا ہوا تھا لیکن وہ اپنی جگہ سے ذرا کھسک گئی تھی۔

اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ نوجوان بہادر تو ضرور معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس نے تن تنہا چھ ڈاکوؤں کو مار بھگایا ہے لیکن اس کے چہرے کا رنگ ابھی وہی تھا۔ وہ اپنے غرور اور گھمنڈ کو نہیں چھوڑنا چاہتی تھی ۔

جب شہزادہ کا گھوڑا اس کے نزدیک آیا تو اُس نے کہا۔

"تم ضرور قتل ہو جاؤ گے اور پھر میں شہنشاہ کے پاس جاؤں گی اور کہوں گی شہنشاہ ! آپ نے میرے ساتھ کیسا بُزدل آدمی بھیجا تھا ۔"

شہزادہ نے بڑی نرمی سے جواب دیا۔ "شہزادی ! تم خواہ مخواہ گھبرا رہی ہو۔ میں بہت جلد اُن وحشیوں پر قابُو پا لُوں گا۔ تم میرے ساتھ چلو تو سہی - اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گی ۔"

وہ چلتے چلتے تین پُلوں میں سے پہلے پُل کے نزدیک پہنچ گئے۔ دریا کے کنارے پر ایک سُنہری خیمہ لگا ہُوا تھا اور اُس پر سُرخ رنگ

کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ خیمہ کے ریشمی ڈورے دُور سے چمک رہے تھے۔ اِس خیمہ میں "صُبح کا ستارہ" رہتا تھا۔ یہ بڑا طاقتور اِنسان تھا۔ آج تک جتنے بہادر بھی آئے وہ اُس کے ہاتھوں قتل ہو کر گئے ۔

وہ اس وقت ہتھیار نہیں پہنے ہُوئے تھا جونہی اس نے شہزادہ اور شہزادی کو پہاڑ پر سے اُترتے دیکھا تو اس نے اپنی کنیزوں کو آواز دی، وہ خیمہ سے باہر نکلیں تو اُس نے کہا کہ فوراً اسے ہتھیار پہناؤ۔ وہ فوراً ہتھیاروں سے لیس ہو کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ دونوں بہادر ایک دُوسرے پر لپکے اور اِس طرح ٹکرائے کہ دونوں گھوڑوں پر سے گر پڑے۔ شہزادہ نے گرتے ہی تلوار ہاتھ میں سنبھالی اور بجلی کی طرح لپکا اور تلواریں مارتا "صبح کے ستارہ" کو دھکیلتا ہُوا پُل پر سے لے گیا۔ شہزادی یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ اس نے للکار کر کہا وہ

شاباش! باورچی خانہ کے چھوکرے! تم نے بڑا اچھا وار کیا"۔ شہزادی لڑائی کے فن سے تو پوری طرح واقف تھی۔ اس نے یہ تو بھانپ لیا کہ شہزادہ نہایت مردانگی سے لڑ رہا ہے۔ اور جنگجوئی میں طاق ہے۔ لیکن اس کا غرور ابھی تک موجود تھا اور ایک قسم کی نفرت بھی۔ کیونکہ اس نے شہزادہ کو "باورچی خانہ کا چھوکرا" اس کے دشمن کے سامنے کہہ کر پکارا +

شہزادہ پر اس بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ "صبح کا ستارہ" سے برابر لڑتا رہا یہاں تک کہ اُسے نیچے گرا دیا، شہزادہ نے تلوار کھینچی اور پکار کر کہا۔

"اے ملعون! اب تمہیں میں قتل کر دوں گا" ہاں اگر یہ شہزادی تمہاری جان بخشی کے لئے مجھ سے التجا کرے تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا"+

"صبح کا ستارہ" نے درخواست کی اے شہزادی!

اگر تُو میری جان بخشی کے لئے اِس نوجوان کے پاس درخواست کرے تو عمر بھر کے لئے مَیں ممنون ہو جاؤں گا اور ہمیشہ آپ کے حُکم کے تابع رہوں گا"۔

شہزادی خاموش رہی۔ وہ دِل میں یہ سوچ رہی تھی کہ مَیں اِس باورچی خانے کے چھوکرے سے التجا کروں۔ کہاں ایک شہزادی اور کہاں ایک کمینہ آدمی، جس سے شہزادی نے کوئی جواب نہ دیا مگر شہزادہ نے اِس بدکردار کا سر تن سے جُدا کرنے کے لئے تلوار اُٹھائی تو شہزادی پُکار اُٹھی۔

"اے جان! مَیں اِس شخص کی زندگی کے لئے التجا کرتی ہوں"۔

شہزادہ نے فوراً ہاتھ روک لیا اور "صُبح کا ستارہ" کو کہا "تم فوراً شہنشاہ کے دربار میں جاؤ اور اُن کے حضور میں عرض کرو کہ تمہیں باورچی خانے کے "چھوکرے" نے بھیجا ہے اور اِس لڑائی کا

سارا قصّہ اپنی زبان سے سُناؤ۔"

شہزادہ نے اِس کو دربار کی طرف روانہ کر دیا۔ شہزادی گھوڑا دوڑا کر آگے بڑھ گئی۔ شہزادہ بھی اس کے پیچھے گیا جب وہ شہزادی کے برابر میں گیا تو وہ کہنے لگی :

"جب مَیں پُل پر تمہیں لڑتا ہُوا دیکھ رہی تھی تو اُس وقت باورچی خانے کی بُو بہت کم تھی لیکن اب پھر ہوا کا رُخ بدل گیا ہے۔ اور بُو بہت زیادہ آ رہی ہے۔ مَیں تمہیں یہ حُکم دیتی ہُوں کہ تم اب بھی واپس چلے جاؤ کیونکہ دُوسرا بہادر تمہیں ضرور قتل کر دے گا۔"

شہزادہ اِن باتوں پر ہنسا اور کہا "شہزادی! مَیں تمہارے غرور کو توڑنا نہیں چاہتا لیکن بے قرار ہُوں کہ دُوسرے بہادر سے مُلاقات کروں۔ وہ بھی میری تلوار کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا اور تمہیں اِس بات کا عِلم ہی نہیں کہ میرے بازو میں کِتنی طاقت ہے۔"

دریا کے دُوسرے موڑ پر انہوں نے "دوپہر کا سُورج" دیکھا جو بظاہر بڑا قوی ہیکل انسان معلوم ہوتا تھا گویا کوئی جنّ ہے جو گھوڑے پر سوار ہے وہ سنہری زرہ پہنے ہُوئے تھا۔ جب اس نے ان دونوں کو آتے دیکھا تو اس نے دریا میں گھوڑا ڈال دیا اور پانی میں کھڑا ہو گیا۔ "دوپہر کا سُورج" پانی میں لڑنے کے داؤ خوب جانتا تھا اور جب کوئی اس سے لڑنے آتا تو وہ حملہ آور کو پانی میں گرا کر غرق کر دیتا۔

شہزادہ نے جب دیکھا کہ اس کا دشمن پانی میں کھڑا ہو کر اسے للکار رہا ہے تو اس نے بھی اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور دونوں بہادر پانی میں لڑنے لگے۔ شہزادہ نے تلوار کا ایک بھرپور ہاتھ مارا جس سے "دوپہر کا سُورج" لڑکھڑا گیا اور اس کی بدقسمتی یہ کہ ساتھ ہی اس کا گھوڑا بھی پانی میں پھسل گیا۔ وہ ڈُوب ہی تو جاتا لیکن شہزادہ نے اِس کو کھینچ کر باہر

نکالا۔ اُس کے ہتھیار چھین لئے اور اسے حکم دیا کہ وہ فوراً شہنشاہ کے دربار میں حاضر ہو اور وہاں ساری داستان اپنی زبان سے بیان کرے ٭

اس کے بعد وہ آگے بڑھے۔ شہزادہ نے پوچھا۔ "شہزادی۔ اب تو ہوا بدل گئی ہو گی"؟

شہزادی نے طنز آمیز مسکراہٹ سے کہا "ہوا کیسے بدل سکتی ہے۔ تم باورچی سے شہزادہ تو نہیں بن سکتے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تم نے "دوپہر کے سورج" کو شکست دی ہے، وہ تو تمہاری خوش قسمتی تھی کہ دریا میں سلیٹ کے ٹکڑے موجود ہیں۔ اُن پر گھوڑا پھسل گیا۔ خیر! اب دیکھی جائیگی "شام کا ستارہ" سے ملوگے تو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائیگا"؟

شہزادہ نے اِن باتوں کو سُنا اور اَن سُنا کر دیا، وہ جانتا تھا کہ شہزادی کا غرور بجا ہے وہ اب تک اُسے باورچی ہی سمجھتی ہے لیکن اُس نے خوشی کے ترانے گانے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی

پھولوں کی تعریف میں ایک گیت گایا، شہزادی نے کہا:

"ابے تم پھولوں کی کہانی کیا جانو؟ تمہیں تو گوشت کی بُو اور کھانا بُھننے کے طریقے یاد رکھنا چاہئیے۔ تمہیں پھولوں سے کیا کام؟ ہاں! ذرا بٹیر بھوننے کا طریقہ تو مجھے بتاؤ"۔

شہزادہ یہ حقارت آمیز باتیں سُن کر مسکرایا ہنسا اور اپنے گیت گاتا رہا۔

آخر تیسرا پُل نظر آیا۔ شہزادہ نے اپنے ہتھیار سنبھالے۔ اِس پُل کا پہرہ دار "شام کا ستارہ" تھا۔ اس نے دُور سے ہی دیکھ لیا کہ شہزادہ آ رہا ہے۔ اس نے آواز دی:

"اری بُڑھیا! لانا تو میرا سامان، ایک اور شکار آ رہا ہے"۔

بُڑھیا باہر نکلی اس نے زرہ پہنائی اور وہ تیغ و تیر سنبھال کر تیار ہو گیا۔ ایک اور مُلازم گھوڑا بھی لے آیا۔ وہ خونیں انسان گھوڑے

پر سوار ہو گیا اور پُل کی طرف چل دیا ::

وہاں پہنچتے ہی لڑائی شروع ہو گئی - شہزادی کو یقین تھا کہ اِس لڑائی میں "باورچی" ضرور مارا جائیگا "شام کا ستارہ" کی دھوم دُور دُور تک تھی - جو بھی اُس کے مُقابلہ پر آیا سلامت نہ گیا - کم بخت میں اتنی طاقت تھی کہ اپنی تلوار سے لوہے کا سینہ چیر دیتا تھا - اُس نے شہزادہ پر وار کیا - وار خالی گیا - شہزادہ نے تن کر ہاتھ مارا - اس کی زرہ کٹ گئی لیکن اُس نے زرہ کے نیچے ایسے چمڑے کا کُرتہ پہن رکھا تھا جس پر تلوار کُند ہو جاتی تھی لیکن شہزادہ نے ایک اور وار میں اُس کی تلوار کے دو ٹُکڑے کر دیئے - اور شہزادہ نے للکار کر کہا "اب تم بچ کر نہیں جا سکتے - خبردار ہو جاؤ" ::

"شام کے ستارہ" نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ اپنے گھوڑے سے اُچھلا اور ٹوٹی ہوئی تلوار

ایک طرف پھینک کر شہزادہ سے لپٹ گیا اور گردن کو گھونٹنا چاہا۔ دونوں بہادر اب زمین پر پٹخیاں کھا رہے تھے۔ شہزادہ نے بڑی مشکل سے گردن کو آزاد کرایا اور ایسے زور سے جبڑے پر گھونسا مارا کہ "شام کا ستارہ" لڑکھڑاتا ہوا دریا میں جا گرا۔

اب شہزادی حیران رہ گئی۔ اس کا دل گواہی دینے لگا کہ شہزادہ واقعی بہادر انسان ہے۔ شہزادہ نے کہا "چلئے شہزادی صاحبہ! مجھے آپ کیا حکم دیتی ہیں؟" شہزادی نے کہا "اب یہ نہ کہو میں بہت شرمندہ ہوں۔ تم تو کوئی شہزادہ معلوم ہوتے ہو۔ تمہاری بہادری کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتی، آؤ، میرے ساتھ چلو"۔

اس کے بعد وہ آگے بڑھ گئے اور شہزادی نے محل میں داخل ہونے کا راستہ بتایا، ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ پیچھے سے کسی نے کہا۔

"ٹھہرو نوجوان! ذرا مجھ سے بھی تو دو دو ہاتھ کئے جاؤ"۔

شہزادہ نے مڑ کر دیکھا تو ایک سجیلا نوجوان لوہے کا خود پہنے گھوڑے پر تیار بیٹھا ہے۔ شہزادہ مڑا اور مڑتے ہی وار کرنا چاہا لیکن سجیلے نوجوان نے اپنے نیزے کو اِس طرح گھمایا کہ شہزادہ گھوڑے سے نیچے آ رہا اور اِس صفائی سے نیچے گرا کہ شہزادہ خود بھی کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ شہزادی کو بڑا غصہ آیا کہ ایک تو زمین پر فرش ہو گیا ہے پھر ہنس بھی رہا ہے اور وہ کہنے لگی:

"تم وہی باورچی ہی نکلے نا؟ شرم تو نہیں آتی۔ شکست کھا کر بھی قہقہے لگا رہے ہو؟ اس وقت شہزادہ اُٹھا اور کہا "دیکھو شہزادی! میں نے اب تک تمہیں فریب میں رکھا۔ میں باورچی نہیں بلکہ شہزادہ ہوں"۔

شہزادی حیران رہ گئی۔ وہ بڑے غور سے شہزادہ کو دیکھ رہی تھی۔ اس سجیلے نوجوان

نے بھی اپنا لوہے کا خود اُٹھا دیا اور شہزادہ کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ تو اس کا وہی دوست تھا جو شہنشاہ کے دربار میں اُس سے محبّت کرتا تھا۔ دونوں دیر تک قہقہے لگاتے رہے، سجیلے نوجوان نے کہا۔

”جب تم اس مہم پر نکلے تو شہنشاہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ تم کہیں ان بدکرداروں کے ہاتھوں مارے نہ جاؤ۔ اُس نے مجھے کہا۔ ”فوراً ہمارے باورچی کے پیچھے جاؤ اور اُس کی حفاظت کرو۔“ حالانکہ شہنشاہ کو اس بات کا علم تھا کہ تم شہزادے ہو لیکن وہ تمہارے بھید کو کھولنا نہیں چاہتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ تم ہلاک ہو چکے ہوگے لیکن تم تو بڑے سخت جان ہو۔“

وہ دونوں دیر تک ہنستے رہے، شہزادہ بھی اس بات پر خوش تھا کہ اُس نے صرف اپنے دوست سے شکست کھائی ہے۔

اس کے بعد وہ ایک غار میں گئے۔ وہاں مقیّد شہزادی ہر وقت اس شخص کے لئے اعلےٰ کھانوں کا انتظام رکھتی تھی جو اُسے چھڑانے کے لئے آئے۔ تینوں وہاں پہنچے اور خُوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا رات وہیں آرام کیا اور صُبح آخری مہم کرنے کے لئے باہر نکلے ؎

اب ایک دُشمن باقی رہ گیا تھا جس کا نام "رات" تھا اور اس کے متعلق تو عجیب خوفناک افسانے گھڑے گئے تھے اور یہ کہا جاتا تھا کہ ایسا خوفناک دُشمن شاید ہی کہیں ہو ؎

قلعہ کے نزدیک پہنچے ہی تھے کہ انہیں ایک سیاہ خیمہ نظر آیا۔ اُس کے نزدیک ہی درخت پر ایک بگل لٹک رہا تھا۔ شہزادہ نے پہنچ کر بگل بجایا۔ اُس نے اپنے دوست سے درخواست کی کہ وہ اکیلے ہی اپنے دُشمن سے لڑنا چاہتا ہے اِس لئے وہ شہزادی کو لے کر دُور ہی کھڑا ہو کر تماشہ دیکھے۔ اس نے بگل

بجایا تو وہ گھوڑے پر سیاہ اور مہیب قسم کا دیو ظاہر ہُوا۔ بہت بڑا سیاہ گھوڑے پر "رات" سوار تھا اُس کے سارے کپڑے سیاہ تھے اور اپنے چہرے کو بھی سیاہ خود سے چھپایا ہُوا تھا۔ سینے پر انسانی کاسۂ سر کی تصویر سفید کپڑے کی بنی ہوئی تھی ؀

ایک لمحہ کے لئے تو شہزادہ اسے دیکھ کر گھبرا گیا۔ اُس نے اپنی ظاہری صُورت ہی ایسی بنائی ہُوئی تھی کہ تھرتھراہٹ سی پَیدا ہو جاتی تھی۔ اِس وقت اُس کے دوست کا گھوڑا ہنہنایا تو "رات" کا گھوڑا بھی بدک گیا۔ اس کا بدکنا تھا کہ خوفناک دُشمن زمین پر گرا۔ زمین پر گرنا تھا کہ شہزادہ بجلی کی طرح اُس پر لپکا اور ایک وار میں لوہے کا خود دو ٹکڑے کر دیا۔ جب "رات" کا خود ٹُوٹا تو اندر سے ایک بالکل نو عُمر لڑکے کا چہرہ نظر آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صرف خوفزدہ کرنے کے لئے اِس قسم

کا لباس پہنایا گیا ہے اس لڑکے نے التجا کی :-

"خُدا کے لئے میری جان بخش دو۔ میرے تینوں بھائیوں نے مجھے مجبُور کیا تھا کہ میں یہاں رہوں۔ وہ تینوں بہت زیادہ طاقتور تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ ان تینوں کو پھاند کر کوئی شخص بھی یہاں نہیں پہنچ سکتا۔ میرے متعلّق انہوں نے محض افواہیں ہی پھیلا رکھی تھیں۔ تُم کتنے بہادر ہو کر اُن تینوں کو شکست دے کر یہاں پہنچ گئے ہو۔ میری نوجوانی پر رحم کھاؤ!"

شہزادہ نے اِس لڑکے کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ اس وقت اُنہوں نے دیکھا کہ شہزادی قلعہ کی ایک کھڑکی سے ہاتھ ہلا رہی تھی۔ شہزادی کی بہن تو مسرّت میں پھُولی نہیں سماتی تھی۔ تینوں قلعے میں داخل ہُوئے صُبح سے لے کر شام تک شہزادی نے اپنے مہمانوں کی شاہانہ خاطر و مدارات کی۔ اور "باورچی شہزادہ" کا

شکریہ ادا کیا۔

اس کی چھوٹی بہن شرم کے مارے ڈوبی جا رہی تھی۔ اُس نے سارا قصہ بیان کیا کہ اس نوجوان شہزادے سے راستے میں وہ کیسا سلوک کرتی رہی ہے کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ وہ ایک باورچی چھوکرا ہی ہے۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ وہ ایک بادشاہ کا لڑکا ہے تو وہ کبھی ایسا نہ کہتی اور اس میں شہزادہ کا بھی قصور ہے کہ اُس نے مجھے یہ راز نہ بتایا۔

اس کے بعد محفل گرم رہی۔ مقیّد شہزادی کو بھی بڑا رنج ہوُا کہ اس کی چھوٹی بہن نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔

اب بات یہ ہوئی کہ جونہی مقیّد شہزادی نے شہزادے کو دیکھا تو وہ سَو جان سے قربان ہو گئی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس نے اسے دُشمنوں سے نجات دلوائی۔ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اتنی بڑی مہم سر انجام دی۔ دُوسری بات یہ

کا لباس پہنایا گیا ہے اس لڑکے نے التجا کی ؛
"خدا کے لئے میری جان بخش دو۔ میرے تینوں بھائیوں نے مجھے مجبور کیا تھا کہ میں یہاں رہوں۔ وہ تینوں بہت زیادہ طاقتور تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ ان تینوں کو پھاند کر کوئی شخص بھی یہاں نہیں پہنچ سکتا۔ میرے متعلق انہوں نے محض افواہیں ہی پھیلا رکھی تھیں۔ تُم کتنے بہادر ہو کہ اُن تینوں کو شکست دے کر یہاں پہنچ گئے ہو۔ میری نوجوانی پر رحم کھاؤ"؛

شہزادہ نے اِس لڑکے کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ اس وقت اُنہوں نے دیکھا کہ شہزادی قلعہ کی ایک کھڑکی سے ہاتھ ہلا رہی تھی۔ شہزادی کی بہن تو مسرت میں پھولی نہیں سماتی تھی۔ تینوں قلعے میں داخل ہوئے صبح سے لے کر شام تک شہزادی نے اپنے مہمانوں کی شاہانہ خاطر و مدارات کی۔ اور "باورچی شہزادہ" کا

شکریہ ادا کیا۔

اس کی چھوٹی بہن شرم کے مارے ڈوبی جا رہی تھی۔ اُس نے سارا قصّہ بیان کیا کہ اس نوجوان شہزادے سے راستے میں وہ کیسا سلوک کرتی رہی ہے کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ وہ ایک باورچی چھوکرا ہی ہے۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ وہ ایک بادشاہ کا لڑکا ہے تو وہ کبھی ایسا نہ کہتی اور اس میں شہزادہ کا بھی قصور ہے کہ اُس نے مجھے یہ راز نہ بتایا۔

اس کے بعد محفل گرم رہی۔ مقیّد شہزادی کو بھی بڑا رنج ہُوا کہ اس کی چھوٹی بہن نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔

اب بات یہ ہُوئی کہ جونہی مقیّد شہزادی نے شہزادے کو دیکھا تو وہ دِل و جان سے قُربان ہوگئی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس نے اسے دُشمنوں سے نجات دلوائی۔ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اتنی بڑی مہم سر انجام دی۔ دُوسری بات یہ

کہ شہزادہ بڑا خوبصورت تھا۔ وہ فدا ہو گئی۔
اب ایک طرف مقیّد شہزادی اور دُوسری طرف
اس کی چھوٹی بہن تھی جو اسے ساتھ لے کر آئی۔
پہلے تو وہ اسے باورچی سمجھتی تھی۔ اِس لئے
نفرت کرتی رہی لیکن جب اُسے معلوم ہُوا کہ
یہ تو شہزادہ ہے تو اُس کی رگ رگ میں محبّت
پیوست ہو گئی۔ چھوٹی بہن کو اِس بات کا علم
نہیں تھا کہ اس کی بڑی بہن بھی اس سے
محبّت کرنے لگی ہے۔

شہزادہ نے اِس بات کو بھانپ لیا کہ دونوں
بہنوں نے اس سے محبّت شروع کر دی ہے
اِس لئے وہ خاموش ہو گیا اور سوچنے لگا کہ
کِس طرح اِس محبّت کا فیصلہ ہونا چاہیئے لیکن
اُسے زیادہ وہی شہزادی پسند تھی جو اس کے
ساتھ آئی تھی۔

بہر صُورت اس نے فیصلہ کیا کہ شہنشاہ کے
دربار میں پہنچ کر خود بخود کوئی نہ کوئی فیصلہ

ہو جائیگا چنانچہ تینوں چاروں شہنشاہ کے دربار کو روانہ ہوگئے ٭

جب وہاں پہنچے تو شہنشاہ نے آگے بڑھ کر استقبال کیا اور دربارِ عام میں شہزادہ کی بہادری کا اعتراف کیا گیا۔ انعام و اکرام بھی تقسیم ہوئے اور لوگوں نے جی بھر کے خوشیاں منائیں ٭

جب رات ہوئی تو شہزادہ چپکے سے شہنشاہ کے حضور میں گیا اور سارا واقعہ کہہ سنایا کہ دونوں بہنیں اس سے محبّت کرتی ہیں جس طرح بھی شہنشاہ فیصلہ کرے گا وہ ان میں سے ایک کے ساتھ شادی کرلے گا ٭

شہنشاہ نے کہا "ہم کل فیصلہ کریں گے" ٭

صبح سویرے بادشاہ نے ان دونوں بہنوں کو بلوا بھیجا اور دونوں کی باتیں الگ الگ سنیں، واقعی ہر ایک شہزادی شہزادے سے بہت زیادہ محبّت کرتی تھی۔ شہنشاہ نے پھر دونوں کو اکٹھے کرکے کہا ٭

"یہ تو تُم جانتی ہو کہ تُم میں سے صرف ایک شہزادے سے شادی کر سکتی ہے۔ اب تم خود ہی بتا دو کہ اس کا فیصلہ کیونکر کیا جائے"۔

چھوٹی بہن کو جب اِس بات کا علم ہُوا کہ اس کی بڑی بہن بھی محبّت کرتی ہے۔ تو وہ بے حد غمگین ہو گئی۔ اُس کے دِل میں یہ خیال پیدا ہُوا کہ اگر وہ دریا میں چھلانگ لگا دے تو اس سے خود بخود فیصلہ ہو جائیگا چُنانچہ وُہ اِس ارادے سے باہر نِکل آئی۔

جونہی وہ باہر نِکلی تو لوگوں کا ایک ہجوم محل کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ شہنشاہ باہر نِکلا اور شور و غُل کی وجہ پُوچھی۔ رعایا میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر عرض کی:

"جہاں پناہ! آج صُبح دریا کے کنارے میں نے دیکھا کہ ایک سُنہری تلوار پانی میں تیرتی ہُوئی نظر آئی اور کنارے پر ایک پتھر میں

گڑ گئی۔ میں نے اُسے نکالنے کی کوشش کی لیکن وہ پتھر میں سے نہیں نکل سکی، میں نے غور سے دیکھا تو اس تلوار پر لکھا تھا +

"اِس تلوار کو صرف وہی شہزادی پتھر میں سے کھینچ کر باہر نکال سکتی ہے۔ جو شہزادے سے شادی کرنا چاہتی ہے"+

شہنشاہ نے فوراً بھانپ لیا کہ دیوتاؤں نے دونوں بہنوں کے فیصلے کے لئے یہ معجزہ کیا ہے چنانچہ شہنشاہ نے دونوں بہنوں کو بلوایا اور ساتھ ہی سارے درباری اور رعایا دریا کے کنارے کی طرف روانہ ہو گئے۔ چھوٹی بہن کا خیال تھا کہ اگر وہ کامیاب نہ ہوئی اور دیوتاؤں کی مرضی نہ ہُوئی تو وہ ضرور دریا میں چھلانگ لگا کر ڈوب مرے گی +

یہ قافلہ خوشیاں مناتا ہُوا دریا کے کنارے پہنچا۔ سب سے پہلے شہنشاہ نے اِس تلوار کو دیکھا، غیبی الفاظ بھی پڑھے اور پہلے بڑی بہن کو

حکم دیا کہ وہ تلوار کو پتھر سے باہر کھینچے ؛

شہزادی تلوار کے پاس گئی۔ اُس نے پُورا زور لگا کر تلوار کو باہر کھینچنے کی کوشش کی لیکن ساری کوشش بے سُود ثابت ہُوئی۔ بڑی بہن کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اس کے بعد شہنشاہ نے چھوٹی بہن کو حکم دیا کہ وہ تلوار کو باہر کھینچے۔ چھوٹی بہن جب تلوار کے نزدیک پہنچی تو اس نے پہلے تلوار کی طرف دیکھا پھر دریا کی طرف، اس کے بعد دو موٹے موٹے آنسو اس کے رخساروں سے ڈھلک رہے تھے۔ اس نے تلوار کو ہاتھ لگایا اور بڑی آسانی سے باہر کھینچ لیا۔ گویا تلوار باہر نکلنے کے لئے خود بخود تیار تھی ؛

شہزادہ نے اس آسمانی فیصلہ کے سامنے سر جھکا دیا۔ شہنشاہ نے ایک شاہی دعوت کا انتظام کیا۔ چاروں طرف شادیانے بجائے گئے۔ رعایا نے بھی دل کھول کر اس خوشی میں حصّہ لیا۔ چھوٹی بہن کے ساتھ شہزادے کی شادی ہوگئی۔ بڑی بہن کے متعلق آج تک کوئی خبر نہیں ملی کہ وہ کہاں گئی ؛

حکم دیا کہ وہ تلوار کو پتھر سے باہر کھینچے +

شہزادی تلوار کے پاس گئی۔ اُس نے پُورا زور لگا کر تلوار کو باہر کھینچنے کی کوشش کی لیکن ساری کوشش بے سُود ثابت ہُوئی۔ بڑی بہن کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اس کے بعد شہنشاہ نے چھوٹی بہن کو حکم دیا کہ وہ تلوار کو باہر کھینچے۔ چھوٹی بہن جب تلوار کے نزدیک پہنچی تو اس نے پہلے تلوار کی طرف دیکھا پھر دریا کی طرف، اس کے بعد دو موٹے موٹے آنسو اس کے رُخساروں سے ڈھلک رہے تھے۔ اس نے تلوار کو ہاتھ لگایا اور بڑی آسانی سے باہر کھینچ لیا۔ گویا تلوار باہر نکلنے کے لئے خود بخود تیار تھی +

شہزادہ نے اس آسمانی فیصلہ کے سامنے سر جُھکا دیا۔ شہنشاہ نے ایک شاہی دعوت کا انتظام کیا۔ چاروں طرف شادیانے بجائے گئے۔ رعایا نے بھی دل کھول کر اِس خوشی میں حصّہ لیا۔ چھوٹی بہن کے ساتھ شہزادے کی شادی ہوگئی۔ بڑی بہن کے متعلق آج تک کوئی خبر نہیں ملی کہ وہ کہاں گئی +

تاج کمپنی لمیٹڈ
لاہور کراچی

تاج
کمپنی لمیٹڈ
لاہور کراچی